بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی عدل کا تصور اور ضرورت...... سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں

ولایجرمنکم شنان قوم علی الاتعدلوا اعدلوا ھواقرب للتقوی و اتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون (القرآن)

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اس کا نظام پوری زندگی کو محیط ہے۔اس سے مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے۔کہ اس کے ایک ایک گوشے پر عمل کیا جائے۔اگر کوئی ذاتی غرض اور خواہش کے لئے اس کے صرف اسی حصے کو اختیار کرے جو اسے پسند ہو تو پھر اسلام کے حقیقی ثمرات حاصل نہیں ہوسکتے اس لیے ارشاد ربانی ہے۔

یاایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ

(اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔) غرض اسلام کو اول آخر تسلیم کرو کیونکہ یہ دین ہے۔جو انسانیت کی بھلائی اور اخروی نجات کے لیے نازل ہوا۔اس کی برکات اس وقت نصیب ہوتی ہیں۔جب ہم اس کے مکمل نظام کو نافذ کریں گے۔

آج ہمارا المیہ یہی ہے کہ ہم نے اپنی زندگی کو مختلف خانوں میں بانٹ رکھا ہے کسی ایک میں اسلام ہے تو دوسرے میں سرمایہ دارانہ نظام' کسی جگہ اشتراکیت ہے تو کسی جگہ مغربی جمہوریت' ناکامی اور نقصان کی صورت میں ہم سب سے زیادہ شکوہ اسلام کا کرتے ہیں۔کہ اس میں معاشی اور سیاسی نظام کے لیے رہنمائی نہیں۔حالانکہ اسلام کا سارا نظام ایک دوسرے سے مربوط ہے۔یہ ایک زنجیر کی مانند ہے جس کی کڑیاں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔درمیان سے کاٹ کر کسی ایک حصے سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔قصور ہمارا اپنا ہے کہ ہم مکمل اسلام کو اختیار کرنے کی بجائے دوسروں کے نظام پر انحصار کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا جس معاشرے میں ظہور ہوا۔وہ طبقات' امتیازات پر مبنی تھا۔جس میں قبائلی تفاخر کے ساتھ درجہ بندیاں تھیں۔سوسائٹی تقسیم در تقسیم تھی جس میں بہت تفاوت اور فرق تھا۔امیر و غریب' آقا و غلام مرد و زن میں بُعد المشرقین تھا۔ان میں عدل و انصاف مساوات و برابری کا تصور ہرگز نہ تھا۔

ایک دوسرے کا استحصال کرنا اور استحقاق مجروح کرنے کو فنکاری کہا جاتا تھا۔اپنے اعزاز اور وقار کے لیے دوسروں کے حقوق پامال کرنا حق سمجھتے تھے۔اس ماحول میں آپ ﷺ اپنی دعوت کا آغاز کیا۔اور لوگوں کو باور فرمایا۔**یاایھاالناس کلکم من آدم و آدم من تراب لا فضل عربی علی عجمی و لاعجمی علی عربی ولا احمرعلی اسود ولا اسود علی الاحمر الابتقوی اللہ**

اے لوگو! ہم سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو کر بھلائی اور نیکی کرتا ہے اور اس کی محبت میں برائی اور بدی کو ترک کرتا ہے۔

آپ کی دعوت کا عظیم تر پہلو جس نے عرب معاشرہ کو بے حد متاثر کیا وہ تھا آپ کا معاشرتی اور اجتماعی عدل! خاص کر وہ طبقہ جن پر مختلف طریقے سے ظلم ہو رہا تھا اور وہ طبقات جن کے بنیادی حقوق سلب کئے گئے تھے۔آپ کے عادلانہ نظام نے بے رنگ ونور معاشرے میں روشنی بھر دی اور لوگوں کو جینے کا حق دیا۔انہیں اظہار رائے کی آزادی بخشی اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کا حق دیا۔خود اپنے فیصلے کرنے کا اختیار دیا۔امیر ہو کہ غریب آقا ہو کہ غلام مرد ہو کہ عورت سب کو بلا اکراہ عقیدہ اور دین اختیار کرنے کی دعوت دی۔حقیقی معبود کی بندگی کا موقع فراہم کیا۔یہی عدل اجتماعی کا عظیم تر تصور تھا۔جو آپ نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا۔سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں جو متاثر کن گفتگو فرمائی۔اس کا مرکزی خیال بھی یہی تھا۔انہوں نے فرمایا اے بادشاہ ہم گمراہ تھے۔بت پرستی کے دلدادہ تھے۔راہ زن تھے لٹیرے تھے بدکاری ہمارا مشغلہ تھا۔حرام خوری اور دوسروں کے حقوق سلب کرنا پسندیدہ عمل تھا۔پھر اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم نوازی فرمائی ہم میں سے ایک نبی مبعوث کیا۔جس نے توحید کا نعرہ بلند کیا۔صرف ایک اللہ کی دعوت دی گمراہی سے نکالا' چوری' بدکاری' قتل دغارت اور ڈاکے ڈالنے سے روکا۔دوسروں کے حق ادا کرنے کا حکم دیا۔اور معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنے کی تلقین کی۔اور حرام مال کھانے سے منع فرمایا۔

اسلام عادلانہ نظام کا داعی ہے اور یہی اس کا انسانیت پر بڑا احسان ہے۔اگر یہ نظام عادلانہ کی بجائے مساویانہ ہوتا تو لوگ اس کے متحمل نہ ہو سکتے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔**لایکلف اللہ نفسا الاوسعھا**" اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بقدر طاقت مکلف فرماتے ہیں۔آپ غور فرمائیں کہ ہر شخص کی طاقت

ایک جیسی نہیں اگر نظام مساویانہ ہوتا۔تو ہم اس معیار پر کیسے پورے اترتے۔اسی طرح اجتماعی زندگی بھی عادلانہ نظام کے تابع ہے۔عدل اجتماعی کا نظام انسان کا وضع کردہ نہیں ہے۔بلکہ یہ منزل من اللہ ہے۔جو اللہ کی تعلیمات وہدایات پر مبنی ہے وہی انسان کے مزاج کو بہتر سمجھتا ہے اور وہی اس کی ضرورتوں کا کفیل ہے!

عدل اجتماعی کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کریں اپنے دائرہ اثر میں اس کی حاکمیت کے قیام کو یقینی بنائیں۔توحید خالص عدل اجتماعی کی خشت اول ہے توحید کی بنیاد پر جو عمارت تعمیر ہوگی وہی عدل اجتماعی کا گھر ہوگی۔زمین وآسمان کو تخلیق کرنے والا اور ہمیں زندگی اور وجود بخشنے والا جب تک اس کی الوہیت اور ربوبیت کا اعتراف اور اقرار نہ کرلیں عدل ہو ہی نہیں سکتا۔توحید کے اقرار سے ہی وہ تمام تضادات ختم ہو سکتے ہیں جو عدل کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔صرف اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ نظام ہی ایسا ہے جو ہمارے معاشی‘ سیاسی‘ تعلیمی‘ ثقافتی مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔اور یہی نظام عدل اجتماعی کا داعی ہے!

توحید کے بعد اجتماعی عدل کا بہترین مظہر اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔جس میں کوئی تفریق نہیں۔ نماز میں صف بندی ”ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز“ کے مصداق کیا آقا کیا غلام ایک وقت میں سجدہ ریز ہیں روزہ سب کے لیے یکساں گرمی ہو یا سردی دن چھوٹا ہو یا بڑا حج میں ایک لباس ایک مقام ایک تاریخ سب کے لیے اللہ کے عدل کرنے کا بین ثبوت ہے۔اجتماعی عدل میں خاندان کو اہمیت حاصل ہے۔دو یا دو سے زائد شادیاں کرنے کی اولین شرط عدل ہے حکم ربانی ہے۔**فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربع**

اسی طرح اپنی اولاد میں تفریق کو ناپسند کیا گیا ہے۔ان میں عدل کرنے کا حکم ہے۔سب کی کفالت تعلیم وتربیت اور وراثت میں عدل کا حکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی آتا ہے اور اس کے ہمراہ اس کا ایک بچہ ہے۔آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ گواہ بن جائیں میں نے اپنا باغ اس کو دے دیا۔تو آپ ﷺ نے استفسار فرمایا۔کہ کیا باقی بچوں کو بھی اس کے برابر باغ دیا۔کہنے لگا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔یہ ظلم ہے کہ ایک کو تو پورا باغ اور باقیوں کو محروم لہٰذا میں ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا۔اس لیے خاندان میں بچوں کے درمیان بھی عدل کی تلقین ہے۔

انسانوں کے بنیادی حق میں آزادی اور خود مختاری شامل ہے اور یہ اجتماعی عدل کے لیے ازحد

ضروری ہے ضمیر کی آزادی حریت فکر اور سب سے بڑھ کر تعصبات دباؤ اور خوف سے آزاد ہو کر فیصلہ کرنے کی آزادی' آباؤ اجداد کی اندھی تقلید سے نکل کر صرف اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کی ازادی۔ معاشرے میں موجود ہر مرد وزن کو یہ موقع فراہم کرنا ہی اجتماعی عدل ہے اور یہی دعوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ آپ ﷺ نے ان تمام پابندیوں اور تعصبات کی دیوار کو گرا دیا اور برملا یہ پیغام قوم کو دیا۔ کہ عدل کا تقاضا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی میں آ جاتا ہے وہ انسانوں کے بنے ہوئے جال سے آزاد ہو کر عدل کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

اسلام میں معاشی عدل کی ایسی نظیر ملتی ہے۔ کہ شاید ہی دنیا کا دوسرا نظام یہ عدل دے سکے دولت کی تقسیم کا ایسا عادلانہ فارمولا دیا۔ جسے قانون اخلاق اور عقل تسلیم کرتی ہے۔ دولت کو صلاحیت استطاعت اور ضرورت کے مطابق تقسیم کیا گیا۔ کیونکہ بعض دفعہ انسان طاقت رکھتا ہے مگر کوشش اور محنت نہیں کرتا۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے۔ صلاحیت اور اہلیت رکھتا ہے مگر اختیار نہیں رکھتا کیا یہ دونوں اس شخص کے برابر ہو سکتے ہیں جو صلاحیت اور استطاعت بروئے کار لائے اور دولت حاصل کر لے۔ ایسا ہی ضرورت ہے عادلانہ نظام میں ضرورت کے پیش نظر مدد کی جا سکتی ہے زکاۃ پر مسکین غریب مفلس کا حق ہے جبکہ امیر صاحب حیثیت کو اس کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامنٰت الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل سورۃ النساء 58

الغرض جس معاشرے اور سوسائٹی میں عدل نہیں اس میں امن کی ضمانت نہیں دی جا سکتی بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں عدل اجتماعی نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا ملک کئی مشکلات میں گرا ہوا ہے بدامنی' دہشت گردی' قتل و غارت' بھتہ خوری' اغواء برائے تاوان' راہزنی' لوٹ مار اور افراتفری ہے لوگ عدل نہ ملنے کی وجہ سے خود قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ اور دن بدن فضا مکدر ہو رہی ہے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلو ''عدل اجتماعی'' ہماری نظروں سے اوجھل ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو عملی شکل دیں۔ آپ کی تعلیمات کو عام کریں اور تمام مسلمانوں کو تلقین کریں کہ وہ معاشرتی عدل قائم کریں تا کہ پاکستان ایک مثالی اسلامی فلاحی ریاست بن سکے۔